

## تحقیق و تدوین کی اصطلاحات: مسودہ

### Abstract:

#### Terms of Research and Editing Manuscripts

'Draft' or 'Literary Draft' is a literary term. It is used in Eastern craft of literary research and editing. It has various kinds, like 'First Draft', 'Second Draft', 'Third Draft', etc. In this article writer describes the true sense of 'Draft' used in Urdu literary research and editing, also the importance of mentioned kinds of 'Draft'. In addition he explains the concept of literary 'Draft' with many examples from Urdu Classic books, like *Fasana -i Ajaib* and various Urdu Tazkiras (biographies of Urdu poets). The writer claims that this article is the first of its kind, with detailed exposition and lot of examples.

**Keywords:** Research, Editing, Manuscript, Draft, *Fasana-i Ajaib*.

### (I)

اُردو میں تحقیق و تدوین کے نظری مباحث پر تحریریں گذشتہ تقریباً ایک صدی سے منظر عام پر آرہی ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ ان تحریروں کی معیار بندی پر ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی، یہ بھی افسوس ناک ہے کہ ان تحریروں کا مناسب اشاریہ بھی موجود نہیں۔ مزید بد قسمتی یہ ہے کہ ان تحریروں کو تحقیق و تدوین کے فنی رموز و نکات جاننے اور سیکھنے کے لیے استعمال

نہیں کیا جاتا، بلکہ سندی اور امتحانی ضروریات کے لیے رٹا جاتا ہے۔ تحقیق و تدوین کے موضوع پر موجود تحریروں میں سے بیش تر طالب علموں کی نصابی ضروریات کے پیش نظر لکھی گئی ہیں، اسی لیے سطحی ہیں۔ ان تحریروں کا مقصد طالب علموں کے لیے ایسا بنا بنایا مواد فراہم کرنا ہے جسے رٹ کر وہ امتحان پاس کرنے کے قابل ہو سکیں۔ طالب علموں کی نصابی ضروریات اپنی جگہ، لیکن یہ کس قدر افسوس ناک ہے کہ تحقیق و تدوین پر خالص علمی اور راہ نما تحریریں اول تو ہیں ہی بہت کم، اس پر طرہ یہ کہ ایسی مفید تحریروں کا اشاریہ یا منظم فہرست بھی موجود نہیں۔

کسی بھی علم کے نظری اور عملی مطالعے میں اُس کی فنی اصطلاحات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ تحقیق و تدوین کی اصطلاحات بھی ان علوم ادبی کو صحیح طریقے سے سمجھنے، سیکھنے اور انھیں برتنے میں مرکزی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں اب تک کوئی منظم اور باقاعدہ علمی تحریر اُردو میں نظر نہیں آتی۔ عام طور پر کتابوں میں صرف مترادفات یا لفظ کی عمومی وضاحت درج کرنے پر بات محدود رکھی گئی ہے۔ جب تک تحقیق و تدوین سے ضروری اور مناسب مثالوں کے ساتھ اصطلاحات کی وضاحت پورے طریقے سے نہ کی جائے، اُن کی باطن میں اُتر کر مطلب و معنی کی تفہیم نہ تو عالم (اسکالر) کے لیے ممکن ہے اور نہ ہی طالب علم کے لیے آسان۔

تحقیق و تدوین کی اصطلاحات پر علمی تفصیل اور مناسب مثالوں کے ساتھ مناسب تحریری کام کرنے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ اُردو میں تحقیق و تدوین جیسی اہم ترین ادبی اصناف کی علمی بنیادیں مضبوط ہوں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ اس سلسلے کا پہلا مقالہ ہے۔

## (۲)

مُسَوِّدَہ: [عربی۔ اسم صفت۔ مذکر۔ ضمّہ میم، فتح س ود، فتح شدّ و، سکون ہ]:

لغوی معنی سیاہ کیا ہوا۔ اصطلاحی معنی لکھا ہوا، تحریر کیا ہوا۔ ادبی اصطلاح میں اُس تحریر کو کہتے ہیں جو مصنف برائے اشاعت تیار کرتا ہے۔

مُسَوِّدَہ تدوین متن کی معروف اصطلاح ہے۔ تدوین میں مسوّدہ اصطلاحاً اُس قدیم متن کو کہتے ہیں جسے مصنف یا مولف یا مرتب نے اشاعت کے لیے لکھا یا تیار کیا ہو،<sup>۲</sup> مصنف یا مولف یا مرتب کا ابتدائی طور پر تیار کیا ہوا متن۔ تدوین متن میں متن کی ایک سے زیادہ روایتیں پیش نظر ہوں تو بعض اوقات اُن میں ایسی روایت یا روایتیں بھی شامل ہوتی ہیں جو مسوّدہ مصنف یا مسوّدہ طباعت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تدوین متن کی بنیاد کسی قلمی نُسْخے یا ایک سے زیادہ

مخطوطات پر ہو، یا پھر تدوین میں مطبوعہ نسخے استعمال ہوئے ہوں؛ دونوں صورتوں میں اس امر کا پورا امکان موجود ہے کہ مصنف کا مسودہ یا طباعت کے لیے تیار کیا ہوا مسودہ / مسودے ماخذی نسخے / نسخوں میں شامل ہو / ہوں۔ اگر تدوین یا تحقیق کی بنیاد ایک ہی قلمی یا مطبوعہ نسخے پر قائم ہے تو زیادہ امکان اسی کا ہوتا ہے کہ وہ نسخہ یا تو مسودہ مصنف ہو یا پھر اُس سے نقل ہو، کیونکہ واحد قلمی یا مطبوعہ نسخہ عام طور پر اُسی متن کا ہوتا ہے جو معروف نہ ہو سکا اور کسی نے اُس کی نقل حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی، اور مطبوعہ ہونے کی صورت میں اُس متن کی دوبارہ اشاعت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ مثال کے طور پر بیشتر دکنی متون کا ایک ایک قلمی نسخہ ہی ملتا ہے، بلکہ بعض کے تو قلمی نسخے بھی موجود نہیں۔ جیسے مشنوی قدم راؤ پدم راؤ، گلیات محمد قلی قطب شاہ، دیوان بقا (بقا اللہ بقا معاصر میر)، رام پور میں داستان امیر حمزہ اور بوستان خیال کی جلدوں، وغیرہم کا ایک ایک قلمی نسخہ ہی ملتا ہے، جب کہ دیوان نصرتی کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ دستیاب نہیں، بلکہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے متفرق بیاضوں سے کلام جمع کر کے اسے مرتب کر کے شائع کیا۔<sup>۳</sup> اسی طرح بیشتر اردو قصے، داستانیں، تذکرے، وغیرہم اور شیخ کریم الدین صنعت مراد آبادی، فضل رسول واسطی، شیخ خدا بخش تنویر، وغیرہم کا کلام ایک ایک مرتبہ ہی شائع ہوئے، ان کی دوبارہ اشاعت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اس امر کا پورا امکان موجود ہے کہ مذکورہ متون مسودہ مصنف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ تیار ہوئے ہوں۔

تدوین متن میں بعض اوقات مسودہ مصنف یا مسودہ طباعت اہمیت کے اعتبار سے بنیادی ماخذ کا درجہ بھی اختیار کر لیتا ہے، جیسے گلیات یگانہ کی تدوین میں مصنف کی بیاضیں بنیادی ماخذ بنیں۔

کیفیت کے اعتبار سے تحقیق و تدوین میں مسودے کی متعدد اقسام ہیں۔ ان کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے:

(۱) ابتدائی مسودہ = مصنف، مولف، مرتب کا اپنی تصنیف، تالیف، ترتیب کا خود تیار کردہ پہلا مسودہ۔ قدیم

آدب میں اس کی مثالیں عام طور پر ملتی ہیں۔

(ب) مسودہ دوم = ایک بار مسودہ تیار کرنے کے بعد جب اسے اشاعت کے لیے یا اشاعت کے مقصد کے بغیر

نظر ثانی کے عمل سے گزار کر حتمی طور پر تیار کر لیا جائے تو اسے ”مسودہ دوم“ یا ”مسودہ ثانی“ کہیں گے۔ اسے میضہ بھی کہا جاتا ہے۔

(ج) مسودہ سوم = دوسری بار کی تصحیح و نظر ثانی کے بعد تیار کیا جانے والا مسودہ۔ اس کی دو صورتیں معروف ہیں:

اول، یہ کہ پہلی اشاعت (جو عموماً مسودہ ثانی ہوتی تھی) کے بعد مزید نظر ثانی کر کے تصنیف / تالیف / ترتیب کو آئندہ اشاعت

کے لیے تیار کیا جانے والا مسودہ۔ دوم، تصنیف/تالیف/ترتیب کی اشاعت کے قبل اس پر دوسری بار نظر ثانی، یعنی نظر ثالث کرنے کے بعد تیار کیا جانے والا مسودہ۔

(د) مسودہ چہارم، پنجم، ششم..... علیٰ ہذا القیاس = حسب سابق مسودہ سوم پر مزید نظر ثانی کر کے اسے نئے سرے سے تیار کرنے سے مسودہ چہارم حاصل ہوتا ہے۔ اسی ترتیب سے مسودہ پنجم، ششم..... علیٰ ہذا القیاس تیار ہوتے جاتے ہیں۔

### (۳)

مسودوں کے مراتب کی سب سے اچھی مثال فسانہ عجائب کی ہے۔ فسانہ عجائب کی تصنیف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں مکمل ہوئی۔ اور یہ پہلی بار ۱۲۵۹ھ (مطابق ۴-۱۸۲۳ء) میں شائع ہوئی، یعنی تصنیف کے کم و بیش اُنیس (۱۹) سال بعد۔ اس دوران سرور حاکمان وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیباچے میں موجودہ بادشاہان وقت کا نام ڈالتے اور نکالتے رہے۔ اس مسلسل نظر ثانی اور ہر بار دیباچے میں نیا نام ڈالنے کے بعد نئے حاکم یا بادشاہ کو پیش کرنے کے لیے کتاب کا نیا مسودہ تیار کیا جاتا رہا۔

رشید حسن خان نے اس سلسلے میں جو تفصیلات مہیا کی ہیں۔ اُن کے مطابق فسانہ عجائب کے درج ذیل مسودات کی موجودگی ثابت ہوتی ہے:

(ا) مسودہ اول = سرور نے فسانہ عجائب کی تکمیل ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں کی۔<sup>۴</sup> یہ اس کا مسودہ اول ہے۔  
 (ب) مسودہ دوم = سرور نے تکمیل کتاب کے بعد نظر ثانی کے لیے اسے اپنے اُستادِ سخن نوازش حسن خاں عرف مرزا خانی نوازش لکھنوی کے حوالے کیا جنھوں نے اس میں اپنا کلام داخل کیا۔<sup>۵</sup> اس نظر ثانی کے بعد فسانہ عجائب کا ”مسودہ دوم“ تیار ہوا۔

(ج) مسودہ سوم = نصیر الدین حیدر شاہ اودھ کی تخت نشینی (ربیع اول ۱۲۴۳ھ/ اکتوبر ۱۸۲۷ء) کے بعد سرور نے دیباچے میں اُن کا نام شامل کر کے فسانہ عجائب کا ایک اور مسودہ تیار کیا اور نئے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے نتیجے میں اُنھیں لکھنؤ واپس آنے کی اجازت ملی۔<sup>۶</sup> یہ فسانہ عجائب کا مسودہ سوم ہے۔

(د) مسودہ چہارم = جمادی الثانی ۱۲۵۹ھ (جولائی ۱۸۲۳ء) میں فسانہ عجائب مطبعِ حسنی لکھنؤ سے پہلی بار شائع ہوئی۔ اس اشاعت کے لیے جو مسودہ مزید نظر ثانی کے بعد سرور نے تیار کیا، وہ اس کتاب کا ”مسودہ چہارم“ ہے۔

ہ) مسودہ پنجم = فسانہ عجائب کی ایک اشاعت مطبع حیدری، لکھنؤ سے ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ (مطابق اپریل ۱۸۴۶ء) میں منظر عام پر آئی۔ اس پر مصنف نے نظر ثانی کی تھی۔<sup>۸</sup> اس لحاظ سے یہ کتاب کا پانچواں مسودہ ٹھہرا۔  
 و) مسودہ ششم = ۱۲۶۳ھ (مطابق ۱۸۴۷ء) میں مطبع حسنی، لکھنؤ سے فسانہ عجائب دوسری بار شائع ہوئی۔ اس اشاعت میں واضح طور پر مصنف کی نظر ثانی کے بارے میں تحریر ہے۔<sup>۹</sup> گویا اس اشاعت کے لیے نظر ثانی کے بعد جو مسودہ تیار ہوا، وہ فسانہ عجائب کا مسودہ ششم ہے۔

ز) مسودہ ہفتم = ربیع الثانی ۱۲۶۷ھ (مطابق فروری ۱۸۵۱ء) میں مطبع محمدی، کان پور سے فسانہ عجائب کی وہ اشاعت منظر عام پر آئی جسے مولوی محمد حسین کی فرمائش پر سرور نے مزید نظر ثانی کر کے تیار کیا تھا۔<sup>۱۰</sup> مزید نظر ثانی شدہ اس اشاعت کا مسودہ اس کتاب کا ساتواں مسودہ ہے۔

ح) مسودہ ہشتم = ۱۸۵۷ء کے بعد اپنے دوست مولوی محمد یعقوب انصاری فرنگی مہلی کے کہنے پر سرور نے ایک بار پھر فسانہ عجائب پر نظر ثانی کی۔ مولوی محمد یعقوب انصاری نے کان پور میں اپنا ”مطبع افضل المطابع محمدی“ قائم کیا تھا۔ اس سے پہلے لکھنؤ میں انھوں نے ”مطبع کارنامہ“ بھی قائم کیا جہاں سے اخبار طلسم لکھنؤ انھی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ انھی محمد یعقوب انصاری کے کہنے پر سرور نے پہلی بار فسانہ عجائب پر نظر ثانی کی جو اس کتاب کا آٹھواں مسودہ ہے۔ اس نظر ثانی کے بعد فسانہ عجائب کی تازہ اشاعت مطبع افضل المطابع، کان پور سے ۱۲۷۶ھ (مطابق ۶۰-۱۸۵۹ء) میں منظر عام پر آئی۔<sup>۱۱</sup>

ط) مسودہ نہم = انھی محمد یعقوب انصاری کی فرمائش پر سرور نے فسانہ عجائب پر آخری بار نظر ثانی و ترمیم کی۔ اس ترمیم و نظر ثانی کے بعد فسانہ عجائب کی نئی اشاعت ۱۲۷۹ھ (مطابق ۶۳-۱۸۶۳ء) میں چھپنا شروع ہوا اور تکمیل طباعت کے بعد رمضان ۱۲۸۰ھ (مطابق مارچ ۱۸۶۴ء) میں شائع ہوئی۔ یہ طباعت و اشاعت بھی حسب سابق مطبع افضل المطابع، کان پور اور مطبع نجم العلوم کارنامہ، لکھنؤ میں ہوئی۔ لکھنؤ کا یہ مطبع بھی مولوی محمد یعقوب انصاری کی ملکیت تھا۔<sup>۱۲</sup>

کسی کتاب کے ایک سے زیادہ مسودات کی دیگر اچھی مثالیں اردو تذکروں میں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند تذکروں کے مسودات کا ذکر کیا جاتا ہے:

شعراے اردو کے اولین تذکروں میں مرزا افضل بیگ خاں قاقشال کا تحفة الشعرا بھی شامل ہے جو ۱۱۶۵ھ (مطابق ۱۸۵۲ء) میں مکمل ہوا۔<sup>۱۳</sup> اسی سال میر کا تذکرہ نکات الشعرا اور خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی کا تذکرہ گلشن

گفتار بھی مکمل ہوئے۔ تحفۃ الشعرا کے ذکر میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے تحقیقی مقالے اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کے حواشی میں اس کی اشاعتِ اول کے ناشر ادارے مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور کی جانب سے ایک حاشیے کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ تذکرے میں ۷ ذی الحجہ ۱۱۶۵ھ کا اندراج بھی موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تذکرے کی تکمیل کے بعد بھی اس میں اضافے ہوتے رہے۔ ۱۴ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفۃ الشعرا کا مسودہ اول ۱۱۶۵ھ میں مکمل ہو گیا تھا، جب کہ اضافوں/اضافے کے بعد اس کا مسودہ ثانی یا آخری مسودہ اسی سال کے اواخر یا اگلے سال ۱۱۶۶ھ کے آغاز میں تیار ہوا۔

شعراے اُردو کے ابتدائی تذکروں میں مسخزنِ نکات بھی ہے جس کی تکمیل ۱۱۶۸ھ (مطابق ۵۵-۱۸۵۴ء) میں ہوئی۔ مولانا امتیاز علی عرشی کی تحقیق کے مطابق اس تذکرے میں اضافوں کا سلسلہ ۱۱۷۷ھ (مطابق ۶۳-۱۸۶۳ء) کے بعد تک جاری رہا۔ ۱۵ اس سے معلوم ہوا کہ تذکرے کی تکمیل ۱۱۶۸ھ کے وقت اس کا پہلا مسودہ تیار ہوا، جب کہ ۱۱۷۷ھ یا اس کے بعد اس کا دوسرا یا بعد کا مسودہ مکمل ہوا۔

تذکرہ مسرت افزا، مولفہ ابوالحسن امیر الدین احمد عرف امر اللہ آبادی۔ اُردو شعرا کا مختصر فارسی تذکرہ ہے جس کی تالیف ۱۱۹۳ھ (مطابق ۷۹-۱۷۷۹ء) میں مکمل ہوئی لیکن اس میں شعبان ۱۱۹۵ھ (مطابق اگست و ستمبر ۱۷۸۱ء) تک کے اضافے ملتے ہیں۔ ۱۶ اس سے معلوم ہوا کہ ۱۱۹۳ھ میں تذکرے کا پہلا مسودہ تکمیل کو پہنچا اور تذکرہ نگاری کی عام روش کے مطابق اضافوں اور ترمیم کے بعد اس کا آخری مسودہ ممکن طور پر شعبان ۱۱۹۵ھ یا اس کے بعد تیار ہوا۔

شاہ محمد کمال کڑا مانک پوری، تخلص کمال نے فارسی زبان میں اُردو شعرا کا تذکرہ مجمع الانتخاب لکھا۔ اس کی تالیف ۱۲۱۸ھ (مطابق ۴-۱۸۰۳ء) میں مکمل ہوئی۔ اس تذکرے کے اب تک تین قلمی نسخوں کا علم ہوا ہے۔ ان میں سے دو نسخے کتب خانہ نواب سالار جنگ، حیدرآباد دکن اور ایک نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی میں محفوظ ہے۔ ان میں سے کتب خانہ نواب سالار جنگ کا ایک مجہول الاحوال قلمی نسخہ ۳۹۶- اوراق (۹۲ صفحات) پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کی تحقیق کے مطابق اس تذکرے کا مسودہ اول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس میں شعرا کے تراجم مختصر اور انتخاب کلام طویل ہے۔ انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی کا منظومہ ناقص ہے اور حرف ”ک“ تک کے شعرا کے تراجم پر مشتمل ہے۔ قرآن سے یہ تذکرے کا مسودہ ثانی معلوم ہوتا ہے۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ، حیدرآباد دکن ہی میں اس تذکرے کا ایک مکمل نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف/مولف نے نواب نور الامرا بہادر کے لیے ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۱۹ھ (مطابق ۲۵ فروری ۱۸۰۵ء) کو تیار کرا

کے اُن کی خدمت میں پیش کیا۔<sup>۱۷</sup> اب تک کی معلومات کے مطابق یہ تذکرے کا آخری مسودہ ہے۔

قدرت اللہ شوق سنبھلی کا مشہور تذکرہ طبقات الشعرا اوائل ۱۱۸۹ھ (مطابق ۱۷۷۵ء) میں مکمل ہوا لیکن شواہد کے مطابق اس میں ۱۲۰۹ھ (مطابق ۱۷۹۴ء) کے بعد تک کے اضافے ملتے ہیں۔<sup>۱۸</sup> گویا تذکرہ طبقات الشعرا کا پہلا مسودہ ۱۱۸۹ھ میں تیار ہوا، جب کہ امکاناً دوسرا مسودہ ۱۲۰۹ھ کے بعد مکمل ہوا۔

میر حسن دہلوی نے اپنا تذکرہ شعراے اُردو ۱۱۹۱ھ (مطابق ۱۷۷۷ء) میں مکمل کیا لیکن اس میں ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) کے بعد تک اضافے کرتے رہے۔<sup>۱۹</sup> یوں ۱۱۹۱ھ تک اس تذکرے کا پہلا مسودہ اور اگلے سال یا اُس کے بعد اس کا دوسرا یا آخری مسودہ تیار کیا گیا۔

مصحفی نے شعراے اُردو کا اپنا پہلا تذکرہ تذکرہ ہندی کے نام سے ۱۱۹۹ھ (مطابق ۱۷۸۵ء) میں شروع کیا لیکن اس کی تسوید درمیان ہی میں چھوڑ دی۔ پھر ۱۲۰۹ھ (مطابق ۱۷۹۴ء) میں اسے نظر ثانی کے بعد مکمل کر کے مرزا سلیمان شکوہ کو پیش کیا۔<sup>۲۰</sup> گویا ۱۲۰۹ھ سے قبل تیار ہونے والا مسودہ تذکرہ ہندی کا اولین مسودہ ہے، جب کہ ۱۲۰۹ھ میں مکمل ہونے والا اس کا مسودہ ثانی ہے۔

مصحفی ہی کا اُردو شعرا کا دوسرا تذکرہ ریاض الفصحا ہے جو ۱۲۲۱ھ (مطابق ۱۸۰۶ء) میں مکمل ہوا۔ مصحفی نے ۱۲۳۶ھ (مطابق ۱۸۲۱ء) میں اس پر نظر ثانی کر کے اس کا آخری مسودہ تیار کیا۔<sup>۲۱</sup> گویا ۱۲۲۱ھ میں اس تذکرے کا مسودہ اول مکمل ہوا اور ۱۲۳۶ھ میں دوسرا یا آخری مسودہ۔

اُردو کے ضخیم ترین تذکروں میں عیار الشعرا پہلا تذکرہ ہے۔ اس کا پہلا مسودہ مصحفی نے ۱۲۰۸ھ (مطابق ۱۷۹۳ء) میں مکمل کیا۔ مزید اضافوں کے بعد ۱۲۱۸ھ (مطابق ۱۸۰۳ء) میں اس کا مسودہ ثانی تیار ہوا۔ اس کے بعد ۱۲۴۷ھ (مطابق ۱۸۳۱ء) تک تذکرے میں اضافوں کا سلسلہ جاری رہا۔<sup>۲۲</sup> گویا تذکرے کا آخری مسودہ ۱۲۴۷ھ کے قریب تیار ہوا۔

لکھنؤ میں تحریر ہونے والے تذکروں میں خوش معرکہ زیبا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سعادت خاں ناصر لکھنوی کا یہ تذکرہ مولانا آزاد کے تاریخ نما تذکرے آب حیات کا بڑا ماخذ رہا ہے۔ ناصر نے یہ تذکرہ ۱۲۶۱ھ (مطابق ۱۸۴۵ء) میں شروع کیا اور اسے اگلے سال ۱۲۶۲ھ (مطابق ۱۸۴۶ء) میں مکمل کیا۔ گویا یہ اس تاریخ کو تیار ہونے والا تذکرے کا مسودہ اول ہے۔ ۱۲۶۹ھ (مطابق ۱۸۵۳ء) کے بعد اور ۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰ء) سے قبل ناصر نے اس میں کم سے کم

سترہ شاعروں کے حالات و کلام کا اضافہ کیا جس کے بعد اس تذکرے کا ایک قلمی نسخہ ۱۲۷۶ھ میں تیار ہوا۔<sup>۲۳</sup> یہ اس تذکرے کا مسودہ ثانی ہے۔

سید محسن علی محسن لکھنوی نے اپنا مشہور تذکرہ سراپا سخن ۱۲۶۹ھ (مطابق ۵۳-۱۸۵۲ء) میں مکمل کیا لیکن اس میں ۱۲۷۶ھ (مطابق ۱۸۶۱ء) تک اضافے کرتے رہے اور اسی سال یہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے طبع و شائع ہوا۔<sup>۲۴</sup> گویا اس تذکرے کا مسودہ اول ۱۲۶۹ھ اور آخری مسودہ ۱۲۷۶ھ میں تیار ہوا۔

گوکل پرشاد رسا نے اپنا تذکرہ ارمغان گوکل پرشاد ۱۲۹۵ھ (مطابق ۹-۱۸۷۷ء) میں مکمل کر لیا تھا لیکن اس کی اشاعت چار سال بعد ۱۲۹۹ھ (مطابق ۱۸۸۲ء) میں ہوئی۔<sup>۲۵</sup> اس دوران مولف اس میں اضافے کرتا رہا۔ یوں اس تذکرے کا پہلا مسودہ ۱۲۹۵ھ اور دوسرا مسودہ ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہوا۔

مولانا محمد حسین آزاد کی مایہ ناز تصنیف آب حیات پہلی بار ۱۸۸۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ احتیاطاً اسے کتاب/تذکرے کا مسودہ اول تسلیم کر لیتے ہیں۔ تین سال بعد مولانا آزاد نے ترمیم و اضافے کے بعد اسے دوبارہ شائع کرایا (لاہور، ۱۸۸۳ء)<sup>۲۶</sup> تو یہ اس کا دوسرا مسودہ تھا۔

علامہ اقبال کے گہرے دوست مولوی احمد دین نے اقبال کی حیات اور ان کی شاعری کے تنقیدی جائزے پر سب سے پہلی کتاب اقبال کے نام سے ۱۹۲۳ء میں شائع کی۔ اس میں اقبال کا بہت سا کلام بھی شامل تھا۔ اُس وقت اقبال اپنے پہلے اُردو مجموعہ کلام کی اشاعت کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ اُنھوں نے اقبال کی اشاعت پر اظہار کیا کہ اس کتاب میں میرے کلام کی موجودگی میں میرے کسی نئے مجموعہ کلام کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولوی احمد دین چونکہ اقبال کے مخلص اور گہرے دوست تھے، اس لیے اقبال کی ناپسندیدگی کا خیال کرتے ہوئے اُنھوں نے کتاب کے تمام نئے جلا دیے۔ ۱۹۲۴ء میں بانجہ درا شائع ہوگئی تو دو سال بعد ۱۹۲۶ء میں اُنھوں نے نئے سرے سے کتاب تیار کر کے شائع کی اور اس بار زیادہ تر اقبال کا غیر مدون کلام کتاب میں شامل کیا۔<sup>۲۷</sup> یوں گویا احمد دین نے ۱۹۲۳ء میں جو کتاب شائع کی، وہ کتاب کا پہلا یا دوسرا مسودہ ہے، جب کہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہونے والی کتاب اس کا دوسرا یا تیسرا یا آخری مسودہ کہلائے گی۔

اس طرح کی بیسیوں مثالیں مزید پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ایسا کرنا محض مقالے کی طوالت کا باعث ہوگا۔ تدوین و تحقیق کی کئی کتابوں میں تلاش کرنے سے ایسی مثالیں مل جائیں گی۔ سر دست اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

نوٹ: مبادلہ سنین کے لیے ضیاء الدین لاہوری کی جوہر تقویم (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۳ء) استعمال کی گئی ہے۔

## حواشی و تعلیقات

\* شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

- ۱- یہاں تحقیق و تدوین پر کتابوں اور متفرق نظری تحریروں کا جائزہ لینا مقصود نہیں، صرف سرسری طور پر یہ اظہار کرنا ضروری ہے کہ فن تدوین پر اُردو میں پہلی کتاب ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی اصول تحقیق و ترتیب متن مانی جاتی ہے جو پہلی بار ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے مطالب کو سمجھنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانا کسی طالب علم کے بس کی بات نہیں، بلکہ فن تدوین کے شاور بھی شاید اس کتاب سے حسب توقع فائدہ نہ اُٹھاسکیں۔ اُردو میں تحقیق و تدوین کے رموز اور نظری مباحث پر سب سے اچھی، قابل فہم اور قابل عمل تحریریں حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، رشید حسن خاں، حنیف نقوی، وغیرہم کی ہیں۔ شیرانی صاحب کو اس لیے شامل کیا ہے کہ عملی تحقیق پر اُن کی تحریروں میں جا بجا تحقیق و تدوین کے رموز و نکات بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس طرح کی کارآمد تحریریں بعض دیگر محققین کے ہاں بھی ملتی ہیں۔
- ۲- شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)، ۸۶۹ء؛ عبداللہ خان خوشنکی، فرہنگ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۹ء)، ۵۸۲؛ وارث سرہندی، علمی اُردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۳ء)، ۱۳۸۹۔
- ۳- جمیل جالبی (مرتب)، ”مقدمہ“، مشمولہ دیوان نصرتی از محمد نصرت نصرتی دکنی (لاہور: قوسین، ۱۹۷۲ء)۔
- ۴- رشید حسن خاں (مرتب)، ”مقدمہ“، مشمولہ فسانۃ عجائب از رجب علی بیگ سرور (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء)، ۳۱۔
- ۵- ایضاً، ۳۱-۳۲۔
- ۶- ایضاً، ۳۶-۳۹۔
- ۷- ایضاً، ۷۷۔
- ۸- ایضاً، ۸۳-۸۴۔
- ۹- ایضاً، ۸۶۔
- ۱۰- ایضاً، ۸۷-۸۸۔
- ۱۱- ایضاً، ۸۸۔
- ۱۲- ایضاً، ۸۹-۹۰۔
- ۱۳- حفیظ قفیل (مرتب)، ”مقدمہ“، مشمولہ تحفۃ الشعرا از مرزا فضل بیگ خان قانقشال (حیدرآباد دکن: ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۶۱ء)، د۔
- ۱۴- فرمان فتح پوری، اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)، حاشیہ ص ۱۱۱۔
- ۱۵- امتیاز علی عرقی (مرتب)، ”مقدمہ“، مشمولہ دستور الفصاحت از احد علی خان بیٹا (رام پور: ہندوستانی پریس، ۱۹۴۳ء)، ۵۹؛ حنیف نقوی، شعراے اُردو کے تذکرے (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۶ء)، ص ۳۰۶-۳۱۷۔
- ۱۶- ابوالحسن امیر الدین احمد عرف امرا الہ آبادی، تذکرہ مسرت افزا، مرتب قاضی عبدالودود، مترجم ڈاکٹر مجیب قریشی (دہلی: علم مجلسی کتب خانہ، ۱۹۶۸ء)، ۲۳؛ نیز دیکھئے مترجم، ۱۳؛ حنیف نقوی، ۳۳۹-۳۵۱۔
- ۱۷- ثار احمد فاروقی، ”تذکرہ مجمع الانتخاب کا ایک اُورنیز“، مشمولہ سہ ماہی اُردو نامہ کراچی (اپریل ۱۹۶۱ء)، ۶۵-۶۶۔
- ۱۸- حنیف نقوی، ۳۶۷-۳۷۰۔
- ۱۹- ایضاً، ۳۹۶۔

- ۲۰۔ ایضاً، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۷۔
- ۲۱۔ ایضاً، ۵۷۵-۵۷۸۔
- ۲۲۔ سید محمد طارق حسن و سید نور الحسن نقوی (مرتبین)، ”مقدمہ“، مشمولہ عیبار الشعرا از خوب چند ذکا (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۱ء)،  
-xvi-xv
- ۲۳۔ مشفق خواجہ، ”سعادت خاں ناصر اور اُس کا تذکرہ خوش معرکہ زبیا“، مشمولہ تحقیق نامہ (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۱ء)، ۲۰۷، ۲۰۸،  
-۲۲۲-۲۲۰
- ۲۴۔ اقتدا حسن (مرتب): ”مقدمہ“، مشمولہ تذکرہ سرابا سخن از سید حسن علی حسن لکھنوی (لاہور: اظہار سنز، جنوری ۱۹۷۰ء)، ۵-۷۔
- ۲۵۔ فرمان فتح پوری (مرتب): ”مقدمہ“، در ارمغان گوگل پرشاد از گوگل پرشاد و راسا (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۵ء)، ز۔
- ۲۶۔ فرمان فتح پوری، ”اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری“، ۶۰۹-۶۱۰۔
- ۲۷۔ مشفق خواجہ، ”احمد دین“، مشمولہ تحقیق نامہ ۳۲۸-۳۳۳-۳۷۲۔

## ماخذ

- آمرالہ آبادی، ابوالحسن امیر الدین احمد۔ تذکرہ مسرت افزا۔ مرتب قاضی عبدالودود۔ مترجم ڈاکٹر مجیب قریشی۔ دہلی: علم مجلسی کتب خانہ، ۱۹۶۸ء۔
- پوری، فرمان فتح۔ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء۔
- \_\_\_\_\_ (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در ارمغان گوگل پرشاد۔ از گوگل پرشاد و راسا۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۵ء۔
- جالبی، جمیل (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در دیوان نصرتی۔ از محمد نصرت نصرتی دکنی۔ لاہور: قوسین، ۱۹۷۲ء۔
- حسن، اقتدا (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در تذکرہ سرابا سخن۔ از سید حسن علی حسن لکھنوی۔ لاہور: اظہار سنز، جنوری ۱۹۷۰ء۔
- حسن، سید محمد طارق و سید نور الحسن نقوی (مرتبین)۔ ”مقدمہ“، در عیبار الشعرا۔ از خوب چند ذکا۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۱ء۔
- حقی، شان الحق۔ فرہنگ تلفظ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء۔
- خاں، رشید حسن (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در فسانہ عجائب۔ از رجب علی بیگ سرور۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء۔
- خواجہ، مشفق۔ ”سعادت خاں ناصر اور اُس کا تذکرہ خوش معرکہ زبیا“۔ مشمولہ تحقیق نامہ۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۱ء۔
- \_\_\_\_\_۔ ”احمد دین“۔ مشمولہ تحقیق نامہ۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۱ء۔
- خویبگی، عبداللہ خان۔ فرہنگ عاصرہ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۹ء۔
- سرہندی، وارث۔ علمی اردو لغت۔ لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۳ء۔
- عزتی، امتیاز علی (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در دستور الفصاحت۔ از احمد علی خان بیگنا۔ رام پور: ہندوستانی پریس، ۱۹۳۳ء۔
- فاروقی، ثناء احمد۔ ”تذکرہ مجمع الانتخاب کا ایک اور نسخہ“۔ مشمولہ سہ ماہی اردو نامہ کراچی (اپریل ۱۹۶۱ء): ۲۰-۷۰۔
- قتیل، حفیظ (مرتب)۔ ”مقدمہ“، در تحفۃ الشعرا۔ از مرزا افضل بیگ خان قاتل۔ حیدر آباد دکن: ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۶۱ء۔
- نقوی، ضیف۔ شعراے اردو کے تذکرے۔ لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۶ء۔